تمام اقوام عالم کے دینی اور دُنیوی فوائد بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیئے گئے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/اپریل ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ قرآن کریم انسان کی روحانی جسمانی، معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی ضروریات پوری کرنے والی کتاب ہے۔

☆ قرآن کریم کے دلائل، فضائل اور بے نظیر تعلیمات اس کو پہلی کتب پر افضل ثابت کرتی ہیں۔

☆ کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ سورہ فاتحہ کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی سے دلائل نکال کر پیش کر سکے۔

☆ قرآن کریم پہلی تمام شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل اور اتم، کامل اور مکمل ہے۔

☆ اسلام نے اپنی بنیادی تعلیم کو تین بڑے ستونوں عدل، احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ پر قائم کیا ہے۔

تشہد،تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَo فِيْهِ اٰيٰتٌ م بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ ج وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَo (ال عمران:۹۷،۹۸)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَا اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِo وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُo وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُo رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُo رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo (البقرۃ:۱۲۶تا۱۳۰)

پھر فرمایا:

میں نے گذشتہ دو خطبات میں بتایا تھا کہ ان آیات میں جو میں نے ان خطبات سے پہلے بھی تلاوت کی تھیں اور آج بھی تلاوت کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے تئیس مقاصد کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بیت اللہ سے ہے اور جن مقاصد کا حصول بعثت نبوی سے ہے اور اگرچہ یہ سب وعدے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے دیئے گئے تھے۔لیکن یہ باتیں، یہ وعدے اور یہ پیشگوئیاں حقیقی طور پر اس وقت پوری ہوئیں اور یہ سب مقاصد اس وقت حاصل ہوئے

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور قرآن کریم کی شریعت آسمان سے نازل ہوئی۔

بیت اللہ کے قیام کی پہلی غرض اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جیسا کہ میں نے اپنے پہلے ایک خطبہ میں بیان کیا تھا یہ بتائی ہے کہ وُضِعَ لِلنَّاسِ یہ اللہ کا گھر اس لئے ازسرِنو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے تعمیر کروایا جا رہا ہے کہ تمام اقوام عالم کے دینی اور دنیوی فوائد اس بیت اللہ سے وابستہ کر دیئے جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ اڑھائی ہزار سالہ زمانہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے درمیان گزرا اس زمانہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بیت اللہ سے تمام اقوام عالم دینی اور دنیوی فوائد حاصل کر رہی ہیں۔ بہت سی قومیں اس وقت ایسی بھی تھیں جو بیت اللہ یا مکہ کے جغرافیہ سے بھی واقف نہیں تھیں۔ اکثر اقوام عالم وہ تھیں کہ جن کے دلوں میں بیت اللہ کی کوئی محبت نہیں تھی۔ وہ اس کی طرف کھنچے ہوئے نہیں آتے تھے۔ ان کی نگاہ میں اس کی کوئی عزت اور احترام نہیں تھا اور انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ بیت اللہ سے بعض ایسی برکات اور فیوض بھی وابستہ ہیں کہ اگر ہم ان کو جانیں اور پہچانیں تو ہم ان برکات اور فیوض سے حصہ لے سکتے ہیں لیکن جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو یہی گھر جسے دنیا بھول چکی تھی دنیا نے اس کو پہچان لیا اور اس کی برکات کو جان لیا اور دنیا کے دل میں اکناف عالم میں بسنے والی اقوام کے سینہ میں اس کی محبت پیدا ہو گئی اور وہ تمام وعدے پورے ہونے لگے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ربّ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ربّ نے اور ہمارے ربّ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئے تھے۔

اب میں یہ بتاؤں گا کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ یہ وعدہ (وُضِعَ لِلنَّاسِ کا) کس طرح اور کس شکل میں پورا ہوا ظاہر ہے کہ چونکہ وعدہ تمام اقوام کے لئے تھا اور وعدہ یہ تھا کہ تمام بنی نوع انسان مکہ سے برکت حاصل کریں گے اور عقلاً یہ ممکن نہیں کہ شریعت کاملہ کے نزول کے بغیر ایسا ہو اس لئے قرآن کریم کی کامل شریعت کا نزول اس وعدہ کے پورا ہونے سے قبل ضروری تھا۔ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے کہ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرۃ:۳) یہ قرآن ایک کامل اور مکمل شریعت ہے اور اس دعویٰ کے دلائل قرآن کریم نے یہ دیئے کہ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۔ رَیْبَ کے چار معنی جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں ان کی رو سے یہاں ہمارے سامنے چار دلائل بیان کئے گئے ہیں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ واقعہ

میں یہ قرآن، یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل کامل اور اکمل اور اتم ہے۔

رَیۡبَ کے ایک معنی کی روح سے قرآن کریم کی تعریف یہ نکلتی ہے کہ انسان کی روحانی اور جسمانی اور معاشرتی اور اخلاقی اور اقتصادی اور سیاسی ضرورتوں کو پورا کرنے والی صرف یہی ایک کامل کتاب ہے اور یہی ایک کامل کتاب ہے جو فطرت انسانی کے سب حقیقی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ذاتی کمالات اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات کے ساتھ اپنی ضرورت اور صداقت کو ثابت کرتی ہے۔ اگر میں اس دلیل کو پھر ایک دعویٰ قرار دے کر اس کے دلائل بیان کرنے لگوں تو اس ایک دلیل پر ہی بڑا وقت خرچ ہو جاتا ہے قرآن کریم کو ایک حد تک سمجھنے والے بھی یہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے دلائل اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات اس قسم کی ہیں کہ جو تمام پہلی کتب پر اس کو افضل ثابت کرتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب بنی اسرائیل کی الہامی کتب کے متعلق یہ سوال کیا گیا کہ ان کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کی کیا ضرورت تھی؟ تو آپ نے یہ جواب دیا کہ سارے قرآن کریم کا نام نہ لو وہ تو بہت وسیع کتاب ہے بڑے علوم اس کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس کے شروع میں سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ میں جو معارف اور حقانی دلائل بیان ہوئے ہیں ان معارف اور دلائل کے مقابلہ پر اپنی تمام روحانی کتب سے اگر تم وہ دلائل اور معارف نکال کر دکھا دو تو ہم سمجھیں گے کہ تمہاری کتابیں قرآن کریم کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اس دعوتِ مقابلہ پر ایک لمبا زمانہ گذر چکا ہے اور کیتھولک ازم میں کئی پوپ یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے اور کیتھولک چرچ کی سربراہی انہیں حاصل ہوئی۔ اسی طرح دوسرے فرقے تھے عیسائیوں کے ان میں سے کسی ایک کے سربراہ کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ سورۂ فاتحہ کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی سے اس قسم کے دلائل نکال کر پیش کر سکے۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا کہ ہم اس سورۃ سے نکال کر تمہارے سامنے رکھیں گے۔

پس لَا رَیۡبَ فِیۡہِ کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ کتاب جو اپنے ذاتی کمالات اور فضائل اور بے نظیر تعلیمات کے ساتھ اپنی ضرورت اور صداقت کو ثابت کر سکتی ہے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ قرآنِ کریم کی ضرورت کیا ہے تو اس کا جو جواب دیا گیا اور اس جواب میں جس دعوت فیصلہ کی طرف بلایا گیا اس کو آج تک عیسائی فرقوں کے سربراہوں نے قبول نہیں کیا اور اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ وہ سورۂ فاتحہ کے مضامین کے مقابلہ میں اپنی کتب سماوی کے مضامین کو پیش نہیں کر سکتے۔

اَلْکِتٰبُ کامل کتاب ہونے کی دوسری دلیل لَا رَیْبَ فِیْہِ میں اللہ تعالیٰ نے یہ دی ہے کہ قرآنی تعلیم انسان کو ظن اور گمان کے بے آب وگیاہ ویرانوں سے اٹھا کر دلائل اور آیات بینات کے ساتھ یقین کی رفعتوں تک پہنچاتی ہے اور یہ خوبی ہمیشہ اس میں قائم رہے گی۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کیا ہوا ہے رَیْبَ کے ایک معنی کے لحاظ سے یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ شیطانی دجل اس میں راہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے اس کا جو اثر انسان کی روح پر آج پڑ رہا ہے وہی اثر اس کا قیامت تک انسان کی روح پر پڑتا چلا جائے گا۔ اس لئے یہ الْکِتٰبُ ایک کامل کتاب ہے۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ کوئی ایسی ہدایت اور صداقت جو ایک کامل کتاب میں ہونی چاہئے وہ اس سے باہر نہیں رہی اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد مقامات پر غیر ادیان کو فیصلہ کی طرف بلایا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کوئی ایسی سچی اور حقیقی دلیل تم اپنی کتابوں سے نکال کر دکھا دو جو میں قرآن کریم سے نکال کر نہ دکھا سکوں۔ پس ہر وہ صداقت جس کا کوئی دوسری کتاب دعویٰ کر سکتی ہے وہ اس کے اندر پائی جاتی ہے اور بہت سی ایسی صداقتیں بھی اس میں پائی جاتی ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتیں اس لئے یہ کتاب ایک کامل کتاب ہے۔

لَا رَیْبَ فِیْہِ کے چوتھے معنی کی رو سے یہاں یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس پر عمل کر کے تو دیکھو تم ہر قسم کے مصائب اور آفات سے محفوظ ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ گے پھر دنیا کا کوئی دجل یا دنیا کی کوئی طاقت یا دنیا کی کوئی سازش تمہارا حقیقی اور واقعی نقصان نہیں کر سکتی۔ نقصان تو اس وقت ہوتا ہے جب کوئی چیز حقیقتاً ضائع ہو جائے لیکن اگر کسی کے پانچ روپے گم ہو جائیں اور اس کا والد اس کو کہے کہ پانچ روپے تو تمہارے پانچ روپے کے بدلہ میں میں دیتا ہوں اور یہ دس روپے اس تشویش کے بدلہ میں ہیں جو تم کو اُٹھانی پڑی ہے اور اس طرح اسے پندرہ روپے مل جائیں تو دنیا کا کوئی عقلمند یہ نہیں کہے گا کہ اس کا پانچ روپے کا نقصان ہوا ہے جبکہ اس کے بدلہ میں اس کو پندرہ روپے مل گئے ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ تم اس پر عمل کر کے کسی نقصان یا مصیبت میں نہیں پڑو گے۔

یہ نہیں کہا کہ تمہیں کوئی دکھ نہیں دے سکے گا کیونکہ ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینی پڑتی ہیں لیکن حقیقی مومن اس چیز کو جسے دنیا تکلیف سمجھتی ہے اپنے لئے راحت سمجھتا ہے اور اس کا خدا اور اس کا ربّ اور وہ جو اس کا مالک ہے اور جس کی خاطر وہ یہ تکالیف برداشت کر رہا ہوتا ہے اس کے سرور

کے، اس کی مسرت کے اور اس کے آرام کے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دکھ دینے والے نے مجھے تھوڑا دکھ دیا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اگر وہ اس سے زیادہ دکھ دیتا تو میرے ربّ کا مجھے اس سے بھی زیادہ پیار حاصل ہو جاتا۔ تو چونکہ یہ ایسی کتاب ہے جس پر عمل کرنے والا حقیقی مومن کبھی بھی گھاٹے میں نہیں رہتا اور اس کے مقابلہ میں جو دوسری کتب ہیں ان کا یہ حال نہیں اس لئے یہ ثابت ہوا کہ یہی کتاب اَلْکِتٰبُ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا کہ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ۔

(النساء:۱۷۱)

اے تمام بنی نوع انسان سنو کہ ایک کامل رسول کامل صداقت لے کر تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ تمہارا ربّ جس نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا نشوونما اور ارتقاء کے مختلف مدارج میں سے تمہیں گزارتا ہوا وہ اس مقام پر تمہیں لے آیا ہے کہ اپنی کامل جنتوں میں تمہیں داخل کرے۔ سن لو کہ یہ رسول آ گیا فَاٰمِنُوْا جو وہ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ زبان سے بھی، دل سے بھی اور اپنے جوارح سے بھی تم اسے مانو اور اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تم اس کامل رسول پر ایمان لاؤ گے اور جو اکمل شریعت ہے اس کے مطابق تم اپنی زندگیاں گزارو گے تو تم خیر اُمت بن جاؤ گے اور جب تم خیر اُمت بنو گے اور صرف اس وقت جب تم خیر اُمت بنو گے تو تم اس قابل ہو گے کہ تمام بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا سکو تمہارے ذریعہ سے تمام اقوام اور ہر زمانہ کے لوگ دینی اور دنیوی فوائد حاصل کریں گے جب تک تم اس مقام کو نہیں پاتے ساری دنیا اور دنیا کے ہر حصہ میں بسنے والی اقوام تم سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں اور جب تک تم سے ساری اقوام عالم فائدہ نہ اٹھا سکیں اس وقت تک نہیں کہا جا سکے گا کہ تم کو (اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور جب تک تمہارے متعلق یہ نہیں کہا جا سکے گا کہ تمہیں تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس وقت تک وہ وعدہ نہیں پورا ہوگا کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

اس واسطے اٰمِنُوْا تم اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے قرآنی شریعت پر ایمان لاؤ۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو۔ تم خیر اُمت بن جاؤ گے۔

پس نزول قرآن کے ذریعہ ’’وُضِعَ لِلنَّاسِ‘‘ کا مقصد حاصل ہوا اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں

فرماتا ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْاٰ مَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ (آل عمران:۱۱۱)

اس آیت میں دراصل یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ابراہیمی پیشگوئی اور وعدہ کے مطابق اُمت محمدیہ بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کر دی گئی ہے اور ایک اُمت ایسی تیار ہو چکی ہے جو اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہے۔ وہ تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور اس کی دلیل یہاں یہ دی ہے کہ یہ خیر اُمت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ہے تمام دنیا کی بھلائی کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دلیل یوں ہے کہ اگر آپ تمام دنیا کی شریعتوں پر غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تمام شریعتیں اس قوم کی استعداد کے مطابق نازل ہوتی رہی ہیں جس قوم کی طرف ان کو نازل کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرف جو شریعت بھیجی گئی اس شریعت سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی روحانی استعدادیں اور صلاحیتیں کیا تھیں جو شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی اس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی روحانی صلاحیتیں اور استعدادیں کیا تھیں۔ باقی سارے انبیاء کی قوموں کا بھی یہی حال تھا بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شریعت بھی جس قوم کی طرف نازل کی جاتی ہے وہ اس قوم کی روحانی صلاحیتوں اور استعدادوں کو مدنظر رکھ کر نازل کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا کسی قوم پر وہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ برداشت نہ کر سکے۔

دوسری حقیقت جو بڑی واضح ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی شریعت پہلی تمام شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل اور اتم اور کامل اور مکمل ہے۔ اگر آپ پہلی شرائع کے احکام (اوامر ونواہی) کو قرآن کریم کے احکام کے مقابلہ پر رکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم میں چھ سات صد سے زائد احکام (اوامر ونواہی) اس اُمت کے لئے نازل کئے گئے ہیں ان کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر معدودے چند احکام کا نزول ہوا۔ پھر سینکڑوں ایسے احکام قرآنیہ ہیں جو پہلی کسی شریعت میں بھی ہمیں نظر نہیں آتے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی شرائع کے احکام اوامر ونواہی) محدود تھے بوجہ اس کے کہ اس قوم کی استعدادیں محدود تھیں جس کی طرف انہیں نازل کیا گیا تھا اور قرآن کریم کا ایک کامل اور مکمل شریعت ہونا یہ ثابت

کرتا ہے کہ بنی نوع انسان اس زمانہ میں جب قرآن کریم نازل ہوا کامل روحانی استعدادوں کے حامل تھے ورنہ قرآن کریم ان کی طرف نازل نہ ہوتا۔

پس قرآنی تعلیمات کے کمالات خاصہ اس اُمت کے استعدادی کمالات پر شاہد ہیں۔قرآن کریم کی تعلیم کے جو کمالات ہیں اور ان کی جو وسعت ہے اور اس کی جو شان ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن کریم کے مخاطب اپنی استعدادوں میں پہلی تمام اُمتوں سے بڑھے ہوئے ہیں ورنہ وہ قرآن کریم کے حامل نہیں ہو سکتے تھے یعنی قرآن کریم کے مخاطب اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں میں پہلی سب اُمتوں سے افضل اور برتر اور بزرگ تر ہیں اور پھر جب یہ استعدادیں اور صلاحیتیں قرآنی تعلیم کی تربیت کے نیچے آئیں تو روح القدس کی معرفت اور آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ کی متابعت کی برکت سے ایسے روحانی وجود پیدا ہوئے جو اپنی کمیت اور کیفیت اور صورت اور حالت میں تمام پہلے انبیاء کے روحانی بچوں سے اکمل اور اتم ٹھہرے اور جب تک یہ خیر اُمت پیدا نہ ہو جاتی کہ کوئی پہلی اُمت اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکتی اور یہ سب سے آگے نہ نکل جاتی اور آئندہ کوئی ایسی اُمت پیدا نہ ہو سکتی جو اس سے آگے بڑھ جائے یعنی وہ اپنے عروج اور کمال کو پہنچی ہوئی ہو اس وقت تک وُضِعَ لِلنَّاسِ کا وعدہ پورا نہیں ہوتا تھا کیونکہ ناقص شریعت کے نتیجہ میں اور ناقص تربیت سے یہ امید نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ تمام اکناف عالم کو فائدہ پہنچانے والی ہو۔غرض افاضۂ خیر میں نہ کسی اُمت نے آج تک اُمت مسلمہ کا مقابلہ کیا اور نہ کوئی ایسی اُمت قیامت تک پیدا ہو سکتی ہے جو اُمت مسلمہ کے مقابلہ میں آئے۔پس اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اسی ابراہیمی وعدہ کے مطابق تمہیں لِلنَّاسِ پیدا کیا گیا ہے تمام دنیا تم سے فیوض حاصل کرے گی تم سے برکات پائے گی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تم خیر اُمت ہو ہر دو لحاظ سے استعداد کے لحاظ سے بھی اور تربیت کے نتیجہ میں جو رنگ اسوۂ رسول ﷺ اور اخلاق حسنہ کا تم نے اپنے اوپر چڑھایا ہے اس کے لحاظ سے بھی اور تم ہی وہ ہو سکتے ہو جن سے ساری دنیا فائدہ اُٹھا سکے۔پس تمہارا خیر اُمت ہو جانا تمہاری صلاحیتوں اور استعدادوں کا اپنے کمال تک پہنچ جانا اور پھر ان صلاحیتوں اور استعدادوں کی تربیت کا اپنے کمال تک پہنچ جانا یہ بتاتا ہے کہ وہ وعدہ پورا ہو گیا کہ بیت اللہ کو وُضِعَ لِلنَّاسِ تمام اقوام عالم کے فائدہ اور بہبود کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ انسان تمام بنی نوع انسان کو صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچا سکتا ہے جب وہ تمام بنی نوع انسان کو اخوت اور مساوات کے مقام پر لا کھڑا کرے اور کسی امتیاز یا تفریق کو جائز نہ سمجھے۔ چنانچہ وہ تمام باتیں جو انسانی عزت اور احترام کو قائم کرنے والی تھیں وہ اُمت مسلمہ کی شریعت میں قرآن کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ یا احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام نے انسان انسان کے درمیان ہر امتیاز اور ہر تفریق کو مٹا کر رکھ دیا ہے اور اس طرح ہر انسان کی عزت اور توقیر کو قائم کیا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا اس میں آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اَلَا ہوشیار ہو جاؤ اور کان کھول کر سنو کہ تمہارا ربّ ایک ہے وہ ایک ذات ہے جس کی ربوبیت کے نتیجہ میں تمام اقوام مختلف فاصلے طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئی ہیں کہ ان تمام اقوام کی روحانی اور اخلاقی استعدادیں اور صلاحیتیں ایک جیسی ہوگئی ہیں اور اب وہ آخری شریعت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوگئی ہیں۔ تمہارا پیدا کرنے والا ایک ہے اس نے تمہاری جسمانی اور روحانی استعدادوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے۔ قوم قوم میں اس نے فرق نہیں کیا۔ یہ صحیح ہے کہ افراد کا اپنا اپنا ایک ترقی کا دائرہ ہوتا ہے لیکن قوم قوم میں کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ یہ نہیں کہ ایک قوم ذلیل یا حقیر ہے یا اس کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ جسمانی یا روحانی یا علمی یا اخلاقی یا معاشرتی یا اقتصادی ترقی نہیں کرسکتی پس فرمایا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ کان کھول کر سنو کہ تمہارا ربّ جس نے تمہیں پیدا کیا، جس نے تمہارے قویٰ کو پیدا کیا، جس نے تمہاری صلاحیتوں کو پیدا کیا، جس نے تمہاری استعدادوں کو پیدا کیا پھر ان کی ربوبیت کی اور ارتقاء کے مدارج میں سے تم کو گذارا اور تمہاری نشوونما کو کمال تک پہنچایا وہ پاک ذات واحد ہے ایک ہے اور تم یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا باپ بھی ایک ہے یعنی تم سب آدم کی نسل سے ہو غرض تمہارا ربّ پیدا کرنے والا ہے تمہارا باپ آدم ایک ہے۔ اگر تم مختلف باپوں کی اولاد ہوتے تو تم کہتے ہم نے اپنے باپوں سے ورثہ حاصل کیا ہے اور ہمارا باپ بزرگ تر اور برتر تھا اس کے ورثہ میں ہمیں از خود یہ برتر رتبہ مل گیا ہے مگر ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ باپ ایک ہے۔ پھر اگر مختلف خدا ہوتے۔ مختلف ربّ ہوتے تو کوئی قوم کہہ سکتی تھی کہ جس ربّ نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ زیادہ طاقت ور اور زیادہ عالم اور زیادہ قادر اور زیادہ شفقت کرنے والا اور زیادہ رحم کرنے والا تھا اس نے ہمیں زیادہ دے دیا۔ دوسروں کو پیدا کرنے والا ربّ علم میں زیادہ نہیں تھا اس کی قدرت زیادہ نہ تھی اس میں رحم زیادہ نہ تھا اس کو اپنی مخلوق کے ساتھ وہ محبت نہیں تھی جو ہمارے ربّ نے ہم سے کی اس

لئے ان کو کم چیزیں ملی ہیں اس لئے یہ اس لحاظ سے کم تر ہو گئے ہیں۔ مگر جب تمہارا ربّ ایک، جب تمہارا باپ ایک تو تمہیں یہ جان لینا چاہئے کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی سیاہ کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور ایک اور جگہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ نہ کسی سرخ رنگ والے کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی سفید فام کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل ہے فضیلت کا معیار تمہارے ربّ کی نگاہ میں اور ان استعدادوں کے نتیجہ میں جو تمہارے اندر اس نے پیدا کی ہیں ایک ہی ہے اور وہ ہے تقویٰ۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی نگاہ کا تو تمہیں پتہ نہیں۔

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم:۳۳)

جب بزرگی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی نگاہ پر ہوا اور ہمیں اس نگاہ کا پتہ نہیں کہ وہ پیار کی ہے یا غضب کی ہے تو پھر ایک دوسرے پر بزرگی نہ جتایا کرو۔ یہ ایک مثال ہے جو میں نے دی ہے ورنہ اسلامی تعلیم ایسے احکام اور تعلیمات سے بھری پڑی ہے مثلاً اقتصادی لحاظ سے اسلام کسی کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ امیر کو یہ کہتا ہے کہ جب تک غربت قائم ہے تیرا تیرے مال پر کوئی حق نہیں۔ جیسے فرمایا:۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذریت: ۲۰)

میرے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک ضروریات زندگی ہر فرد کو نہیں مل جاتیں کسی مالدار کا اپنے مال پر حق باقی نہیں رہتا جب ضروریات زندگی پوری ہو جائیں پھر جو باقی بچتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اسے جائز راہوں پر خرچ کرنے سے اسلام نہیں روکتا۔ لیکن اگر ہمسایہ بھوکا ہو اور تم پانچ یا سات کھانے کھاؤ تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پس کسی لحاظ سے بھی کسی قوم کو بحیثیت قوم کسی دوسری قوم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مثلاً علم کے میدان میں سب دماغ ایک جیسے ہیں، ہر قوم میں بڑے اچھی صلاحیت والے اور جینیس (Genius) قسم کے دماغ بھی ہیں اور ہر قوم میں دماغی لحاظ سے خردماغ بھی ہیں۔ ان کی اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ کوئی قوم ساری کی ساری علم کے میدان میں خردماغ ہو اور ایک دوسری قوم ساری کی ساری علم کے میدان میں جینیس (Genius) ہو۔ یہ صحیح ہے کہ جو حاکم قومیں ہیں وہ اپنے گدھوں کو بھی رفعت کے مقام پر لے جاتی ہیں۔ مثلاً میرے ساتھ ایک

طالب علم آکسفورڈ میں پڑھا کرتا تھا وہاں طریق یہ ہے کہ جو طالب علم پڑھائی میں چل نہ سکے اس کا روپیہ ضائع نہیں کرتے بلکہ ایک ٹرم (Term) کے بعد جب وہ اپنے گھر جاتا ہے اور اس ٹرم کا نتیجہ نکلتا ہے تو اسے گھر میں خط بھیج دیتے ہیں کہ تمہیں واپس تشریف لانے کی ضرورت نہیں تم وہیں کام کرو۔ انگریزی میں اسے کہتے ہیں Sent Home گھر بھیج دیا گیا۔ اتفاقاً میرے گروپ کا ایک لڑکا دوسری ٹرم میں واپس نہ آیا۔ مجھے اس وقت ان کے طریق کا علم نہیں تھا اِس لئے میں نے دوستوں سے پوچھا کہ فلاں طالب علم کیوں نہیں آیا؟ کیونکہ مجھے یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ بعض موتیں بھی ہو جاتی ہیں اور پھر حادثات بھی ہو جاتے ہیں پتہ نہیں کیا بات ہے کہ وہ لڑکا واپس نہیں آیا۔ تو مجھے ایک دوست نے بتایا کہ He is sent home اس کو انہوں نے فارغ کر دیا ہے۔ 1944ء میں جب میں دہلی گیا تو پلیٹ فارم پر اتفاقاً ایک شخص پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی لڑکا ہے وہ اس وقت انگریزی حکومت کا ایک بڑا افسر تھا اس نے مجھے پہچان لیا اور میں نے اس کو پہچان لیا۔ ہم ایک دوسرے سے ملے میں نے دل میں کہا کہ چونکہ اس قوم کو دنیوی اقتدار حاصل ہے اس لئے یہ ہمارے ملک کے محاورہ کے مطابق اپنے گدھوں کو بھی افسر بنا دیتے ہیں اور افسر بھی ہمارے اوپر۔ غرض ہر قوم میں اچھے دماغ بھی ہیں اور بُرے دماغ بھی ہیں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں آپ کو یہ چیز نہ ملے۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے سارے دماغ اچھے ہوں اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے سارے دماغ برے ہوں۔ اچھے اوسط درجہ کے اور بُرے سب ہی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں غرض اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی امتیاز قائم رکھا جائے۔ بلکہ وہ مساوات قائم کرتا ہے مثلاً تعلیم کے میدان میں دیکھو اسلام علم سیکھنے پر بہت زور دے رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا جتنا علم کوئی سیکھ سکے جتنی جتنی کسی کے اندر صلاحیت اور استعداد ہو اس کو علم سکھانا چاہئے اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کوئی تھرڈ کلاس لڑکا جو رعایتی پاس ہونے والا ہو اس کو وظیفہ نہیں دینا چاہئے کیونکہ یہ ضیاع ہے۔ لیکن جو ہوشیار طالب علم ہے اس کے دماغ کو ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور قوم کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے غرض اسلام نے انسان انسان میں مساوات کو اور اس کے بعد اخوت کو قائم کر دیا ہے۔ اس نے دل کے سارے کینوں اور بغضوں کو نکال کر باہر پھینک دیا ہے اور اس نے کہا ہے تم بھائی بھائی کی طرح ایک دوسرے سے پیار کرو اور پھر اپنی بنیادی تعلیم کو تین بڑے ستونوں پر قائم کیا ہے اور وہ تین ستون عدل احسان اور ایتاء ذی القربی ہیں۔ ہر وہ قوم جو بین

الاقوامی حیثیت کی مالک ہو یا وہ رشتے اور تعلقات جو بین الاقوامی ہوں وہ اگر عدل کے اصول پر قائم ہوں اور اس سے بڑھ کر احسان کے اصول پر قائم ہوں اور پھر اس سے بھی بڑھ کر ایتاء ذی القربٰی کے اصول پر قائم ہوں تو آج دنیا کے سارے فسادات مٹ جاتے ہیں اور دنیا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانے لگتی ہے بجائے اس کے کہ وہ یہ سوچتی رہے کہ ہم دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بنیادی حکم دے کر ہمیں بتایا ہے کہ تم میں سے بعض طبائع عدل سے آگے نکل سکیں گی۔ انہیں ہم کہتے ہیں کہ تم عدل کے مقام کو چھوڑ کر نیچے نہ گرنا ورنہ تم مسلمان نہیں رہو گے۔ بعض طبائع ایسی ہوں گی جو عدل کے مقام سے اوپر پرواز کریں گی اور احسان کے مقام پر پہنچ جائیں گی لیکن اس سے آگے نہیں جاسکیں گی ان کو ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے احسان کے مقام کو چھوڑ دیا اور باوجود اپنی استعداد کے تم گر کر عدل کے مقام پر آ گئے تو یاد رکھو تم اللہ تعالیٰ کی بہت سی ایسی نعمتوں سے محروم ہو جاؤ گے کہ جنہیں تم اس مقام پر قائم رہتے ہوئے حاصل کر سکتے تھے اور یہ کوئی معمولی خسران نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ پھر تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جوان ہر دو مقام سے اوپر ہو کر ایتاء ذی القربی کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور پہنچ سکتے ہیں۔ ان کو ہم کہتے ہیں کہ تم احسان کے مقام پر راضی نہ ہو جانا ورنہ تم خدا تعالیٰ کی بے نظیر اور بے مثال نعمتوں اور فضلوں اور برکتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔ غرض اسلام نے انسان انسان کی مساوات اور اخوت اور پیار کو ان تین ستونوں پر قائم کیا ہے۔

اس وقت کافی دیر ہوگئی ہے۔ مگر میں یہ چاہتا تھا کہ اس مقصد پر تفصیل سے بات ہو جائے کیونکہ یہ مقصد تیئیس مقاصد میں سے ایک بنیادی چیز ہے۔ آخری مقصد بھی ایسا ہی اہم ہے بیچ میں سے ہم جلدی نکل جائیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک دوست نے خواب بھی دیکھی ہے۔ (انہیں تو اس کی تعبیر سمجھ نہیں آئی تھی) چند دن ہوئے انہوں نے مجھے لکھا کہ میں نے دیکھا کہ میں (اور میرے ساتھ کچھ دوست اور بھی ہیں) قادیان کے اسی چوک میں ہوں جس میں مسجد مبارک کے اس حصہ کی سیڑھیاں اترتی ہیں جو بعد میں بڑھایا گیا تھا (یہاں بہت سارے عزیز بچے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے قادیان دیکھا ہی نہیں اور وہ سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن جنہوں نے قادیان دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد مبارک کے اس حصہ کو جو نیا بنا تھا سیڑھیاں ایک چوک میں اترتی تھیں۔ اس دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم اس چوک میں کھڑے ہیں) آپ بڑی تیزی سے آئے ہیں۔ آپ کے چہرے پر بشاشت اور رونق ہے۔

آپ کچھ سیڑھیاں چڑھتے ہیں اور پھر ہماری طرف دیکھتے ہیں پھر کچھ اور سیڑھیاں چڑھتے ہیں اور ہماری طرف دیکھتے ہیں۔ دو دفعہ آپ نے ایسا کیا ہے اور پھر آپ ساری سیڑھیاں چڑھ گئے ہیں۔ پھر آپ نے اذان دی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت ہے اس لئے آپ نماز عصر پڑھائیں گے۔ لیکن نماز سے پہلے جو اذان آپ نے دی ہے ہم نے محسوس کیا کہ وہ معمول سے زیادہ لمبی ہے اور یہ حصہ مضمون جو میں بیان کر رہا ہوں ایک خاص پروگرام کی طرف بلانے کا ہی رنگ رکھتا ہے۔ تا کہ جس وقت میں اس پروگرام پر آؤں تو آپ پس منظر سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنے کے نتیجہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگیں۔ (اور اذان کا زیادہ لمبا ہونا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

غرض وُضِعَ لِلنَّاسِ ایک مقصد بیت اللہ کی تعمیر کا تھا اور چونکہ یہ اس لحاظ سے بڑا ہی اہم ہے کہ باقی سارے مقاصد کا اس پہلے مقصد کے ساتھ یا پھر جو آخری مقصد رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ میں بیان ہوا میرا اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور میں چاہتا تھا کہ اس مقصد کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں تا کہ آپ اچھی طرح سمجھ جائیں کہ وُضِعَ لِلنَّاسِ کی پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی تھی جب تک ایک ایسی اُمت دنیا میں پیدا نہ ہو جائے جو خیر الامم ہو اور وہ اُمت پیدا نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ قرآن کریم کی شریعت جو کامل اور اکمل ہے اس کا نزول نہ ہو جائے اور ہر شریعت کا نزول قوم کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے قرآن کریم کی شریعت چونکہ ہر پہلو اور ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے اس لئے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں (اور اس کے علاوہ کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے) کہ وہ اقوام جو اس زمانہ میں اور پھر قیامت تک اس کی مخاطب تھیں اور مخاطب رہیں گی وہ اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے قرآن کریم کی حامل ہو سکتی تھیں اور قرآن کریم کی تربیت کو قبول کرنے کے بعد اور آنحضرت ﷺ کے فیوض اور برکات سے حصہ لینے کے بعد ان کی شکلیں ان کے حلیے کچھ اس طرح بدلے کہ ایک حقیقت بین نگاہ میں وہ نئے انسان بن گئے یعنی ان کی جو پہلی شکل تھی یا جو پہلے نقوش تھے ان کا کوئی حصہ باقی نہ رہا بلکہ نئے نقوش ابھر آئے جس طرح ریشم کا کیڑا جب ریشم بنا چکتا ہے تو اگر انسان اس کو موقع دے اور ریشم کا وہ جال جو اس نے اپنے اِرد گرد بنایا ہوا ہوتا ہے اس میں سے باہر نکل آئے تو وہ پہلا کیڑا نہیں رہتا بلکہ اس کا پہلا سر۔ پہلی آنکھیں اور پہلا حلیہ بالکل بدل جاتا ہے پہلے اس کے پر نہیں ہوتے لیکن ۲۴ یا ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر اس کے پر نکل آتے ہیں۔ نیا سر پیدا ہو جاتا ہے، نئی آنکھیں پیدا

ہو جاتی ہیں بالکل یہی مثال ان لوگوں کی ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پہلے وہ زمین کے کیڑے تھے اور بعد میں ان کو اللہ تعالیٰ نے نئی بصارت دی، نئی آنکھیں دیں، نئے دماغ دیئے۔ پرواز کی نئی قوت عطا کی پھر وہ آسمان کی وسعتوں میں اڑنے لگے اور جب یہ قوم پیدا ہوگئی تو وُضِعَ لِلنَّاسِ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔

اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اس قوم پر جس کو قرآن کریم خیر اُمت کہہ رہا ہے دنیا کی خدمت کرنے کے سلسلہ میں یہ کس قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۵)

☆......☆......☆